امام اعظم رضی اللہ عنہ

اور علمِ الحدیث

(تصنیف لطیف)

حضور فیضِ ملّت مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحافظ ابو الصالح مُفتی نور اللہ مرقدہ

مُحمد فیض احمد اُویسی رضوی

www.faizahmedowaisi.com

حضور فیضِ ملت کی سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے متعلق تحریر کردہ چند تصانیف

زیر نظر رسالہ "امامِ اعظم اور علم الحدیث" حضور فیض ملت علیہ الرحمہ کا امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمِ حدیث کے حوالہ سے ایک جامع اور بہترین رسالہ ہے۔ اس رسالے کے علاوہ حضور فیضِ ملت مفسر اعظم پاکستان نور اللہ مرقدہٗ نے امامِ اعظم سے متعلق جو کتابیں تحریر فرمائی ہیں ان میں سے چند کتابوں کا ذکر کرتا ہوں۔

مناقب الموفق (ترجمہ):

یہ عربی کتاب صدر الائمہ امام موفق مکی (متوفی ۵۶۸ھ) کی ہے۔ حضور فیض ملت قدس سرہٗ نے اس کتاب کا اردو ترجمہ فرمایا جس کی ضخامت ۵۴۸ صفحات ہیں اس کی ترتیب حضرت علامہ پیر زادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے (لاہور) نے فرمائی اشاعت کی سعادت مکتبہ نبویہ لاہور کے حصہ میں آئی۔

مناقب الکردی (ترجمہ):

۱) مناقبِ امامِ اعظم	۲) امام اعظم کی فقاہت	۳) امامِ اعظم اور ان کے اساتذہ علم الحدیث	۴) امام اعظم اور امام بخاری
۵) امامِ اعظم اور امام حسن بصری	۶) امام اعظم اور علم الحدیث	۷) امام اعظم کا تجرفی الحدیث	
۸) سیرت امام ابو حنیفہ	۹) سترہ احادیث کا جواب	۱۰) امام اعظم کی حاظر جوابی	
۱۱) امام اعظم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت ہیں			

اس مقالہ میں حضور فیض ملت نور اللہ مرقدہ نے حدیث مبارکہ "دین اگر ثریا میں ہو گا تو فارس کا ایک شخص وہاں سے بھی حاصل کریگا"[1] یہاں شخص سے مراد سیدنا اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں مستند محدثین کے اقوال و شروحات کے حوالے سے اس مقالہ کو مدلل انداز سے تحریر فرمایا اس مقالہ میں قصیدہ نعمانیہ کے چند اشعار کا ترجمہ اور شرح لکھ کر امام اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ واضح فرمایا جو "ماہنا فیض عالم" بہاولپور شمارہ رجب المرجب شعبان ۱۴۲۵ھ میں صفحہ نمبر ۱۳ تا ۲۲ پر شائع ہوا۔

- ❖ امام اعظم ابو حنیفہ کا وصیت نامہ امام ابو یوسف کے نام
- ❖ شرح قصیدہ نعمان
- ❖ فیض الباری فی موازنۃ ابی حنیفہ و البخاری
- ❖ امام اعظم ابو حنیفہ کے تدوین فقہ میں معاونین تلامذہ

اس رسالے میں حضور فیض ملت علیہ الرحمہ نے امام اعظم کے فقہ حنیفہ کی تدوین میں معاونت کرنے والے پچاس کے قریب تلامذہ کا مختصر تعارف پیش فرمایا۔

فقط و السلام

مدینے کا بھکاری: الفقیر القادری محمد فیاض احمد اویسی

خادم دار التصنیف حضور فیض ملت جامعہ اویسیہ رضویہ

بہاولپور پنجاب پاکستان

۱۸ جمادی الاُولیٰ ۱۴۳۵ھ، ۱۹ مارچ ۲۰۱۴ء شب جمعرات بعد صلوٰۃ العشاء

---

[1] (صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس، 1972/4، الحديث 2546، دار إحياء الكتب العربية)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

نام: آپ کا نام نعمان، کنیت ابو حنیفہ، لقب امامِ اعظم ہے۔ نعمان کے لغوی معنی اس خون کے ہیں جس سے بدن کا اقوام ہے۔ آپ کو نعمان اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی وجہ سے علمِ فقہ کا قوام ہے یا نعمان ایک سرخ خوشبودار گھاس ہے چونکہ آپ کے خصائلِ حمیدہ غایت کمال کو پہنچے ہوئے تھے اس لئے نعمان کہلائے۔

کنیت: ابو حنیفہ کے نام سے زیادہ مشہور ہیں اور حنیفہ حنیف کا مؤنث ہے جس کے معنی ناسک اور عابد ہیں چونکہ آپ مائل بحق تھے اس لئے حنیف کہلائے یا ابو حنیفہ کا مطلب ہے "ابو الملة الحنیفه"(ادیانِ باطلہ سے اعراض کرکے دینِ حق کو اختیار کرنے والا)۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کرکے فرمایا: فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا (پارہ۳، سورۃ آل عمران، آیت ۹۵)

ترجمہ کنزالایمان: تو ابراہیم کے دین پر چلو۔

امام ابو حنیفہ نے اس نسبت سے اپنی کنیت ابو حنیفہ اختیار کی۔

ازالہ وھم: یہ غلط ہے کہ آپ کی لڑکی کا نام حنیفہ تھا اس لئے ابو حنیفہ کہلائے کیونکہ اولاد ذکور واناث سے صرف آپ کے ایک صاحبزادے حماد تھے یا زبانِ عراق میں حنفیہ دوات کو کہتے ہیں چونکہ آپ کے پاس تحریر ومسائل کے لئے ہر وقت دوات رہتی تھی اس لئے ابو حنیفہ کہلائے۔

آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت ثابت بچپن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی اور مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا بے اثر نہ رہی۔ حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دعا کا اثر بن کر اُفقِ عالم پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کے دادا، زوطی نے فارس سے ہجرت کرکے کوفہ میں سکونت اختیار فرمائی کیونکہ کوفہ اس زمانہ میں دارالخلافہ تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور تھا اس وجہ سے علم وفضل کا مرکز بھی تھا اور بڑے بڑے محدثین اور علماء ربّانیین کا مرکز مرجع تھا۔ آپ کے دادا اکثر اوقات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور عقیدت ونیاز مندی کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ پر بزرگانہ شفقت فرماتے اور آپ کے حق میں دعائے خیر فرماتے تھے۔ امام صاحب کے والد ماجد تجارت فرماتے اور آپ کے حق میں دعائے خیر فرماتے تھے۔ امام صاحب کے والد ماجد تجارت کرکے زندگی گزارا کرتے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرزند عظیم عطا فرمایا جو آگے چل کر امامِ اعظم کے لقب سے ملقب ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عبد الملک بن مروان سریر آرائے سلطنت تھی۔

امام اعظم کی طالب علمی کا آغاز: "مفتاح السعادة" علامہ کبریٰ زادہ مطبوعہ حیدرآباد میں ہے جب آپ کے والد ماجد فوت ہوئے تو آپ کی والدہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کیا، آپ نے امام صاحب کی گود میں پرورش پائی۔[2] مقدمہ بزازیہ مولوی عبد الحئ لکھنوی و حدائق الحنفیّہ مولوی فقیر محمد مرحوم وتحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۶۲، ۶۸ اور "فرع نامی" صدیق حسن بھوپالی صفحہ ۱۶۱ وغیرہ میں ہے کہ امام موصوف علیہ

---

[2] (مفتاح السعادة ومصباح السيادة في موضوعات العلوم، المطلب الثاني في نسبه وحرفته، 181/2، دار الكتب العلمية، 2002م)

الرحمۃ نے دو سال امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہ کر ظاہری اور باطنی فیضان و علوم حاصل کئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں: "لولا السنتان لهلك النعمان"[3] اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتے۔ ابن تیمیہ حرانی نے "منہاج السنۃ"[4] میں اس کا انکار کیا ہے مگر شبلی نعمانی نے "سیرۃ النعمان" صفحہ ۲۹، ۴۶ میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔[5] آپ کو فرع العلم (علم کا مغز) کہا گیا ہے۔ کوئی عورت ایسی نہیں جس نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اعقل (زیادہ عقلمند) جنا ہو۔

تعلیم و تربیت: امام صاحب کے بچپن کا زمانہ نہایت فتنوں کا زمانہ تھا۔ حجاج بن یوسف جیسا ظالم عراق کا گورنر تھا اور ہر طرف اس کے ظلم و ستم کا سکہ چل رہا تھا۔ ایسے پُر فتن وقت میں علماء فقہاء اور محدثین کو بھی ذہنی سکون کہاں حاصل ہو سکتا تھا۔ بیشتر محدثین اور حق پرست بزرگ حجاج کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے۔ تعلیم و تدریس اور اشاعتِ اسلام کا کام پھر بھی جاری رہا اور اہل علم باوجود بدامنی اور فساد کے اپنے اپنے حلقہ درس میں علم و حکمت سے لوگوں کو مالا مال کر رہے تھے۔ عدل و انصاف کا بول بالا ہو گیا، یہی وہ وقت تھا جب امام صاحب کے دل کی چنگاری روشن ہوئی اور واقعہ ذیل نے آپ کے دل کی دنیا پلٹ دی، ہوا یوں کہ امام صاحب ایک روز بازار سے گزر رہے تھے اثناء راہ میں امام شعبی کا مکان پڑا جو کوفہ کے نامور محدث و امام تھے۔ آپ نے امام صاحب کو بلا کر پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ عرض کیا فلاں سوداگر کے پاس، امام شعبی نے فرمایا میاں صاحبزادے پڑھتے کس سے ہو؟ عرض کیا کسی سے بھی نہیں۔ امام شعبی نے فرمایا مجھے تمہاری پیشانی میں سعادت و خوش بختی کے آثار نظر آتے ہیں، تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔[6] امام صاحب پر اس نصیحت کا بے حد اثر ہوا اور تہیہ کر لیا کہ تجارت و کاروبار کے ساتھ ساتھ تحصیلِ علم بھی کروں گا۔

امام حماد کی شاگردی: کوفہ میں ان دنوں حضرت امام حماد جیسا فقیہہ وقت استاد محدث موجود تھا۔ آپ کے علمی مرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے ائمہ و محدثین وقت آپ کے شاگرد تھے جو خود مسلم الثبوت استاد سمجھے جاتے تھے۔ آپ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیدار بھی کیا تھا اور ان سے حدیث بھی سنی تھی۔ آپ دولت مند تھے اس لئے فکر معاش سے بے نیاز تھے اور اطمینان کے ساتھ کوفہ کے مسند علم پر جلوہ افروز تھے۔ ایک دن عجیب واقعہ ہوا جس نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کو بالکل بدل ڈالا۔ ہوا یوں کہ ایک عورت نے آکر آپ سے سنت طریقہ پر طلاق دینے کا مسئلہ پوچھا آپ خود تو بتا نہ سکے فرمایا حضرت حماد کے حلقہ درس میں چلی جاؤ اور جو جواب وہ دیں مجھے بتاتی جانا۔ عورت واپس نہ آئی، آپ فرماتے ہیں مجھے سخت غیرت ہوئی اسی وقت اُٹھ کھڑا ہوا اور حضرت حماد کے حلقہ درس میں جا بیٹھا۔ آپ کو اجنبی سمجھ کر مبتدیوں کی صف میں بٹھایا گیا۔ چند ہی روز کے بعد جب امام حماد پر آپ کے جوہر کھلے تو آپ کو سب سے اگلی صف میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ علمِ فقہ میں آپ نے تمام تر کمالات امام حماد ہی سے حاصل کئے اور اسی زمانہ میں آپ نے علمِ حدیث کا حصول بھی شروع کر دیا لیکن حضرت حماد کے حلقہ درس سے بھی جدا نہ ہوئے۔ امام حماد کی نظر فیضِ اثر نے بہت جلد لائق شاگرد کو کندن بنا دیا۔ ان کی وفات ۱۲۰ھ کے بعد آپ نے خود اپنا حلقہ درس قائم کر لیا۔ اب دور دور سے تشنگانِ علم آتے اور اپنی پیاس بجھا کر واپس جاتے۔ یہ

---

[3] (مختصر التحفة الاثني عشرية، فرق الشيعة، الشيعة السبية، 1/8، المطبعة السلفية، القاهرة، عام النشر: 1373 هـ)

[4] (منهاج السنة النبوية لابن تيمية، المنهج الرابع في الأدلة الدالة على إمامة علي المستنبطة من أحواله، قال الرافضي الثالث أنه كان أعلم الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، 7/532، جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، الطبعة: الأولى، 1406 هـ 1986 م)

[5] (سیرۃ النعمان از شبلی نعمانی، سن رشد؛ تعلیم و تربیت؛ شیوخ و اساتذہ، ص 36، اسلامی کتب خانہ، لاہور، پاکستان)

[6] (المائة الثانية من وصايا الرسول، اشتغاله بالتجارة، 3/458، دار الكتب العلمية، 2006م)

وہ زمانہ تھا کہ تمام اسلامی ممالک میں علمِ حدیث کا بازار گرم تھا۔ بڑے بڑے شہروں مثلاً کوفہ، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، یمن، بصرہ میں تو ایسے پائے کے محدثین موجود تھے جن کی مثل آج تک کوئی پیدا نہ ہوا۔ امام صاحب نے کوفہ کے تمام محدثین سے فیض حاصل کیا لیکن پھر بھی علمِ حدیث کی طلب میں کمی نہ آئی تو بصرہ، یمن، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ کا سفر کیا اور تمام قابلِ ذکر محدثین سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ خاص طور پر مکہ معظمہ میں حضرت عطا سے، اسی وقت مکہ معظمہ کے بچے بچے کی زبان پر "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم " کے الفاظ سنے جاتے تھے، مکہ کا کوئی ایسا گھر نہ تھا، جہاں حضرت عطا کا فیض نہ پہنچا ہو اور کیوں نہ ہو آپ کو یہ شرف حاصل تھا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے حدیث سنی تھی۔ بلاواسطہ وہ فیض حاصل کیا تھا جو رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو پہنچایا تھا۔ کم و بیش (دوسو) صحابہ کرام کے دیدار سے قلب و نظر کو منور کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے تھے فرمایا کرتے تھے کہ "عطاء کے ہوتے ہوئے لوگ مجھ سے مسائل پوچھنے کیوں آتے ہیں؟ اس سے آپ کے علم و فضل کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور عمر بن دینار جیسے محدثین جو امامِ وقت کے لقب سے ملقب ہوئے انہی کے فیض سے امامِ اعظم مالامال ہوئے۔

حضرت عطاء کے حلقہ درس میں: امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت عطاء ابن ابی رباح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے عقیدہ پوچھا، عرض کیا گزرے ہوئے بزرگوں کو بُرا نہیں کہتا، گنہگار کو کافر نہیں سمجھتا اور قضاوقدر کا قائل ہوں۔ حضرت عطاء نے اپنے حلقہ درس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی، چند ہی روز میں قابل استاد نے لائق شاگرد میں قبولِ صلاحیت کا جوہر بھانپ لیا اور بری توجہ کے ساتھ علومِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے مالامال کیا۔ مکہ معظمہ کے بعد مدینہ منورہ کا سفر فرمایا اور مشہور تابعی اور جلیل القدر مفسر قرآن حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علوم وفیوض اور کمالاتِ باطنی حاصل کئے۔ یہ وہی عکرمہ ہیں جن کے متعلق حضرت امام شعبی کہا کرتے کہ اب قرآن پاک کو عکرمہ سے بڑھ کر جاننے والا کوئی نہیں۔

امام اعظم کے اساتذہ: فقہ کے ساتھ ساتھ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کی تحصیل بھی جاری کی۔ آپ کے اساتذہ کی تعداد کثیر ہے۔ یہ اس لئے کہ جو حضرات بھی فنِ حدیث میں امام اور حجت تسلیم کئے جاتے تھے ان سب کو آپ نے استاد تسلیم کیا۔ صدرالائمہ امام مؤفق بن احمد مکی نے ابو عبد اللہ بن حفص کے حوالے سے آپ کے چار ہزار اساتذہ کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے نافع، عبد الرحمٰن بن ہرمز الاعرج، عدی بن ثابت، سلمہ بن کھیل، ابی جعفر محمد بن علی، قتادہ، عمرو بن دینار اور ابو اسحاق کا ذکر کیا ہے۔[7] (تذکرۃ الحفاظ)

علامہ ملا علی قاری نے آپ کے مشائخ ربیعہ، زید بن اسلم، شعبہ بن حجاج، ابو بکر بن عاصم بن ابی النجود اور مر بن شرحبیل کا ذکر کیا ہے۔[8]

حافظ ابن حجر عسقلانی "تہذیب التہذیب" میں لکھتے ہیں کہ امام اعظم کے تمام اساتذہ اور مشائخ کا ذکر تو مشکل ہے لیکن چند مشاہیر اساتذہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ امام اعظم کو بعض صحابہ کرام سے بھی روایتِ حدیث کا شرف حاصل ہے جن میں مشہور صحابی خادمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم حضرت انس اور

---

[7] (تذكرة الحفاظ = طبقات الحفاظ للذهبي، الطبقة الخامسة من الكتاب، أبو حنيفة الإمام الأعظم فقيه العراق النعمان بن ثابت، 127/1، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، الطبعة: الأولى، 1419 هـ 1998 م)

[8] (تذکرۃ المحدثین از علامہ غلام رسول سعیدی، اساتذہ، ص49، فرید بک اسٹال، اُردو بازار، لاہور)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی آگے لکھتے ہیں حضرت عطاء بن أبي رباح، عاصم بن أبي نجود، علقمہ بن مرثد، حماد بن أبي سليمان، حکم بن عتیبہ، سلمہ بن کھیل، ابو جعفر محمد بن علی، علی بن أقمر، زیاد بن علاقہ، سعید بن مسروق ثوری، عدی بن ثابت الأنصاری، عطیہ بن سعد عوفی، ابو سفیان سعدی، عبد الکریم ابو امیہ، یحییٰ بن سعید انصاری اور ہشام بن عمروۃ مشائخ حدیث میں قابل ذکر ہیں۔[9] ان کے علاوہ مشہور محدث و امام حضرت اوزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آپ نے حدیث کی سند لی۔

دورِ صحابہ اور امامِ اعظم: حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد طفلی و عہد تعلیمی وہ مقدس زمانہ تھا کہ اکثر صحابہ کرام بقید حیات موجود تھے۔ فہرست ملاحظہ فرمائیے:

۱) مقدام بن معدی کرب (وفات ۸۷ھ)

۲) ابو امامہ (وفات ۸۶ھ)

۳) عمرو بن حریث (وفات ۸۵ھ)

۴) عبد اللہ (وفات ۸۸ھ)

۵) ابن عطاء (وفات ۸۶ھ)

۶) عبد اللہ بن حارث (وفات ۸۵ھ یا ۸۸ھ)

۷) حضرت عتبہ بن عبد السلمی (وفات ۹۰ھ)

۸) طارق بن شہاب بجلی کوفی (وفات ۸۳ھ)

۹) سائب بن کندی (وفات ۹۰ھ)

۱۰) اسعد بن سہل بن حنیف انصاری (وفات ۱۰۰ھ)

۱۱) عبد اللہ بن ثعلبہ (وفات ۸۹ھ)

۱۲) عبد اللہ بن حارث بن نوفل (وفات ۹۹ھ)

۱۳) حضر عمرو بن ابی سلمہ (وفات ۸۳ھ)

۱۴) مالک بن حویرث (وفات ۸۴ھ)

۱۵) حضرت محمود (وفات ۹۵ھ)

۱۶) حضرت مالک بن اوس (وفات ۹۲ھ)

۱۷) واثلہ بن اسقع

۱۸) ابی طفیل (وفات ۱۱۵ھ)

---

[9] (تهذيب التهذيب، حرف الميم : النعمان بن ثابت التيمي أبو حنيفة الكوفي مولى بني تيم الله بن ثعلبة، 611/5، دار المعرفة – بيروت، الطبعة: الأولى، 1417 هـ 1996 م)

۱۹)حضرت انس بن مالک خادمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (وفات ۹۳ھ)

۲۰)حضرت عبد اللہ (وفات ۸۳ھ) رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

روایت ازصحابہ کرام: امام خوارزمی نے جن اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے امامِ اعظم کا روایت کرنا لکھا ہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱)حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲)حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳)حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴)حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵)حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۶)حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۷)حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۸)حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ تعالیٰ عنہا

امام اعظم کے تلامذہ:

آپ کو جس طرح علمِ فقہ میں بلند مقام حاصل ہے اسی طرح علم حدیث کے بھی امام تسلیم کئے گئے ہیں۔ آپ سے اسی (۸۰) تلامذہ نے علمِ فقہ وحدیث حاصل کیا اور دنیائے اسلام میں آفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔ مشہور شاگردوں کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱)حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲)حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳)حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چار ہزار احادیث روایت کرتے تھے اور اصولِ احکامِ اسلام کے ماہرین جانتے ہیں کہ احکام کی احادیث بھی کُل چار ہزار ہے جنہیں بعد میں فنِ حدیث کے ماہرین نے لاکھوں تک پہنچایا یعنی اُصولی لحاظ سے تو وہی چار ہزار احادیث ہیں لیکن طرق و اسانید میں اختلاف کی کسی وجہ سے وہی چار ہزار لاکھوں میں پہنچیں تو اس بناء پر ان ضروریات کو پورا کرنے والا امام اعظم ہی ہو سکتے ہیں۔

فقیر اُویسی غفرلہ ذیل میں چند محدثین کے اسماء گرامی گناتا ہے جن سے آنے والے محدثین اور اصحابِ صحاح سمیت وغیرہم ان کے خوشہ چیں ہیں اور وہ ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاسہ لیس ہیں۔ اسی لئے اسرائیل (محدث) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نعمان کیا مزیدار بزرگ تھے کہ فقہ سے متعلق ہر حدیث ان کو یاد تھی۔ اس لئے خلفاء وامراء اور وزراء سب ہی ان کی عزت کرتے تھے۔ یہ مثال تو عرب وعجم میں مشہور ہے کہ درخت پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اس معنی پر امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "الخیرات الحسان" صفحہ ۱۸ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند مشاہیر محدثین تلامذہ

کے اسماء گرامی لکھ کر فرمایا: "وناهيك بهؤلاء الأئمة"[10] یعنی امام اعظم کو سمجھنے کے لئے یہی ائمہ کافی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تاریخ کبیر میں، حدیث میں امامِ اعظم کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات کے اسماء لکھے ہیں:

(۱) عباد بن العوام (۲) عبد اللہ بن المبارک (۳) ہشیم (۴) وکیع (۵) مسلم بن خالد (۶) ابو معاویہ (۷) المقری[11]

اور شیخ الاسلام ابن ابی حاتم رازی نے ان پر عبد الرزاق اور ابو نعیم کا اضافہ کیا۔ اس پر بڑے اکابر محدثین نے اپنی تصانیف میں اضافے کئے اور ہر ایک نے نامی گرامی ائمہ محدثین کے اسماء بتائیں جنہیں امامِ اعظم سے بلاواسطہ تلمذ کا شرف حاصل ہے۔ حضرت حافظ عبد القادر قریشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اضافات دراضافات کی تفصیل کو دو لفظوں میں ذکر فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چار ہزار ائمہ حدیث نے روایت کی۔

حافظ ذہبی کا فیصلہ: حافظ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے تلامذہ کو دو قسم پر تقسیم کر کے فقہ کے تلامذہ پر تبصرہ کرنے کے بعد امامِ اعظم کے ائمہ حدیث شاگردوں کے متعلق لکھا کہ "وروى عنه من المحدثين والفقهاء عدة لا يحصون"[12] (امام اعظم سے ان گنت ائمہ حدیث وفقہ نے روایت کی ہے) حاشیہ نسائی میں امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے لکھا کہ اسلام کے مشہور ائمہ میں سے کسی کے اتنے شاگرد نہیں ہوئے جس قدر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہوئے اور جس قدر علماء نے آپ سے استفادہ کیا کسی اور سے نہیں کیا۔ تفصیل لکھی جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو سکتی ہے یہاں صرف چند نقشہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اس سے قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دنیائے عالم کا کوئی محدث اور فقیہ اور مفتی ایسا نہ ملے گا جس کو امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رشتۂ تلمذ نہ ہو۔ صحاح ستہ (بخاری و مسلم سمیت) تمام کے تمام ہمارے امام اعظم کے علمی خزانہ کے موتی ہیں۔

---

[10] (الخيرات الحسان في مناقب الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان، المقدمة الأولي، ص16، دار الارقم بن ابي الارقم بيروت/لبنان، 1996م)

[11] (التاريخ الكبير للبخاري، باب نعمان، 11437: نعمان بن ثابت، أبو حنيفة، الكوفي، 471/9، المتميز للطباعة والنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة: الأولى، 1440هـ 2019م)

[12] (الخيرات الحسان في مناقب الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان، المقدمة الأولي، ص14، دار الارقم بن ابي الارقم بيروت/لبنان، 1996م)

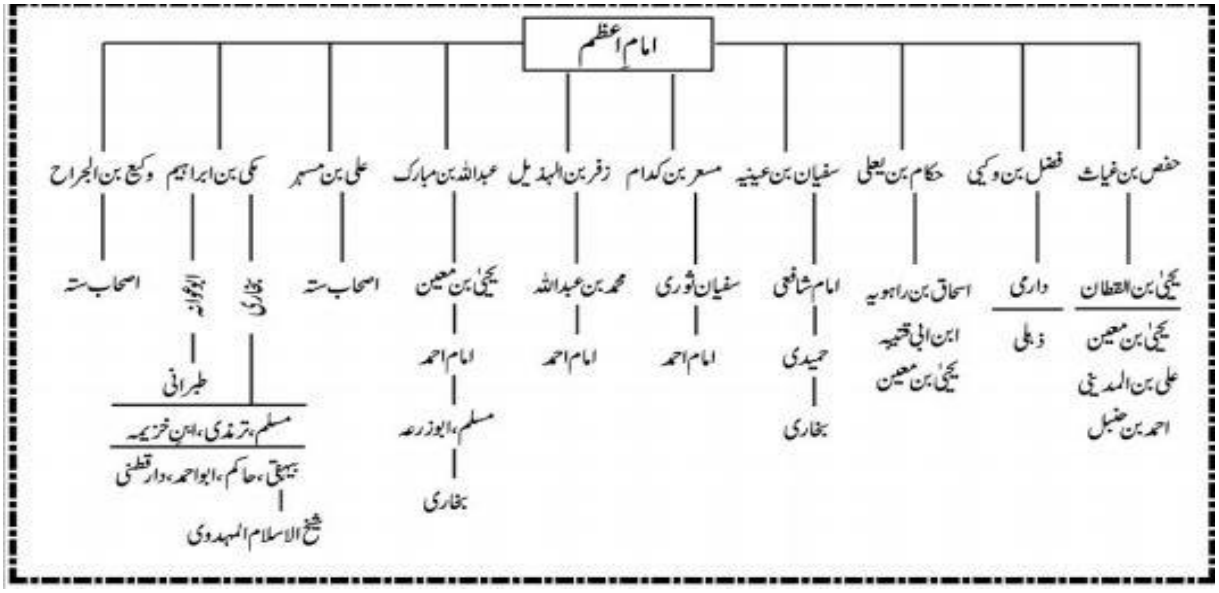

امام اعظم ابو حنیفہ

عبداللہ المبارک: عبدالرحمٰن بن مہدی، اسحاق بن راہویہ، علی بن المدینی، محمد بن یحییٰ الذہلی، یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، ابو زرعہ

عبداللہ بن یزید المقری: امام احمد، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابوزرعہ، ابوالقاسم البغوی، محمد بن نصر مروزی، جذرہ، مطین، ابن خزیمہ

ابوعاصم النبیل: الدارمی، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، جعفر الفریابی، ابو مسلم، الکجی، ابو بکر القطیعی، ابوالقاسم الطبرانی، النجاد، اتفراد

مکی بن ابرایہم: الکریمی، ابن الانبار ابو بکر القطیعی، ابو بکر شافعی الذھل، ابوزرعہ، ابن خزیمہ، السراج، بخاری

یحییٰ بن زکریا: ابوکریب، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، یعوب بن ابراہیم، یحییٰ بن صاعد، قاسم، بقی بن مخلد

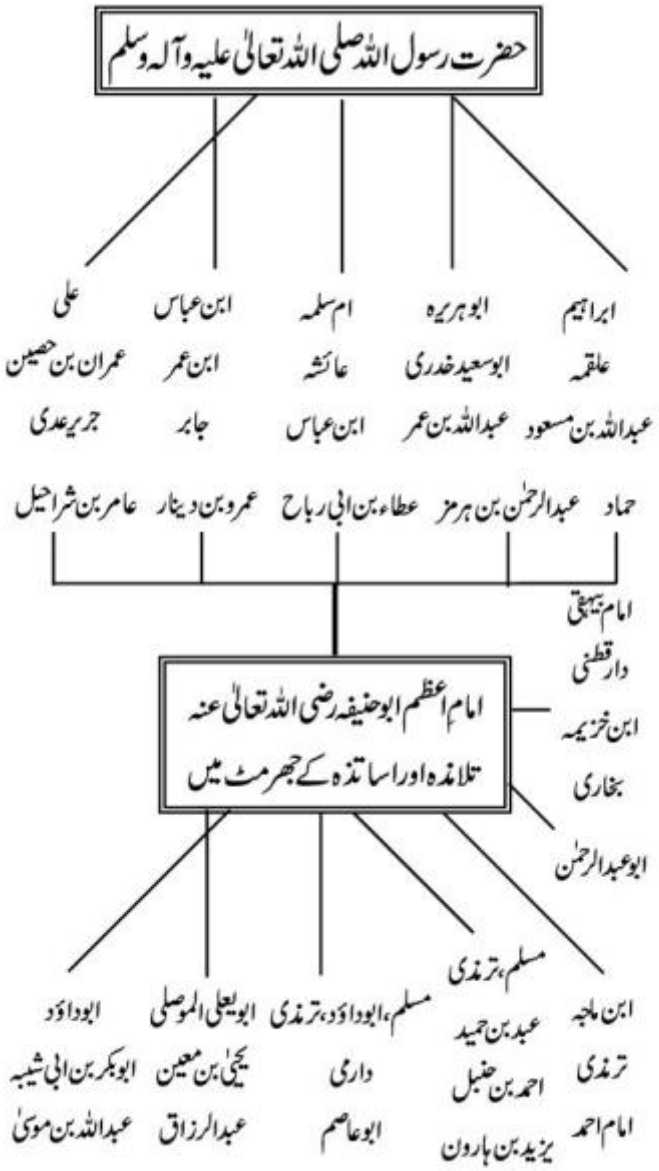

حفص بن غیاث: اسحاق بن ابراہیم، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، عثمان بن ابی شیبہ، ابویعلی، جعفر الفریابی، نسائی، ابن ماجہ

ابراھیم بن طھمان: امام بخاری، محمد بن نصر مروزی، ابن خزیمہ، صالح بن جذرہ، نسائی، ابوبشر الدولابی، ابوالقاسم، الطبرانی

وکیع بن الجراح: علی بن المدینی، ذہلی، بخاری، ابویعلی، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابوزرعہ، بقی بن مخلد، الفریابی

علی بن مسھر: علی بن حجر، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ہناد بن اسدی، ابوزرعہ، ابوالعباس، عبدان

مسعر بن کدام: یحییٰ بن آدم، احمد، اسحاق، عبد بن حمید، الحسن بن علی، ابونعیم، محمد بن یحییٰ الذہلی، بخاری، دارمی، القتات

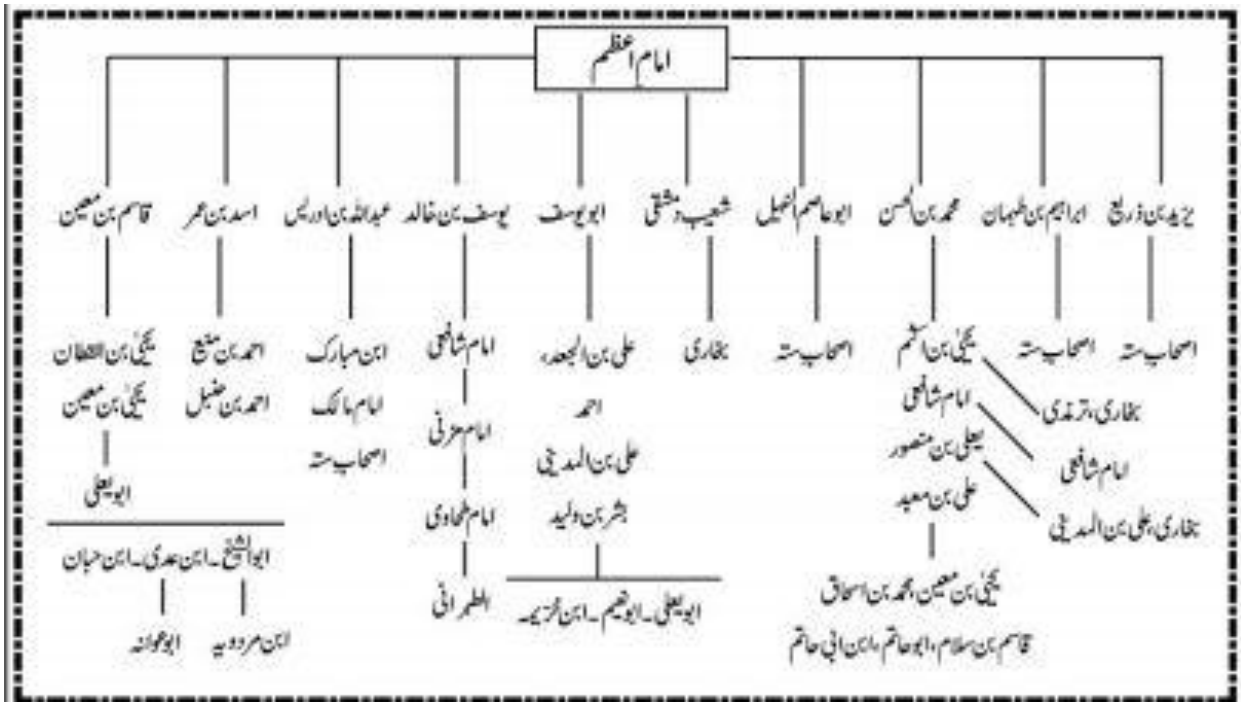
امام اعظم
یزید بن زریع
ابراہیم بن طہمان
محمد بن الحسن
ابو عاصم النبیل
شعیب دمشقی
ابو یوسف
یوسف بن خالد
عبداللہ بن ادریس
اسد بن عمر
قاسم بن معین
اصحاب ستہ
اصحاب ستہ
اصحاب ستہ
بخاری، ترمذی
امام شافعی
بخاری، علی بن المدینی
یحییٰ بن اکثم
امام شافعی
یعلی بن منصور
علی بن معبد
یحییٰ بن معین، محمد بن اسحاق
قاسم بن سلام، ابو حاتم، ابن ابی حاتم
بخاری
اصحاب ستہ
علی بن الجعد
احمد
علی بن المدینی
بشر بن ولید
ابو یعلی۔ ابو نعیم۔ ابن الزبیر
امام مالک
اصحاب ستہ
امام شافعی
امام مزنی
امام طحاوی
الطبرانی
احمد بن منیع
احمد بن حنبل
یحییٰ بن القطان
یحییٰ بن معین
ابو یعلی
ابن مبارک
ابو الشیخ۔ ابن حبان
ابن مردویہ
ابن عدی۔ ابن حبان
ابو عوانہ

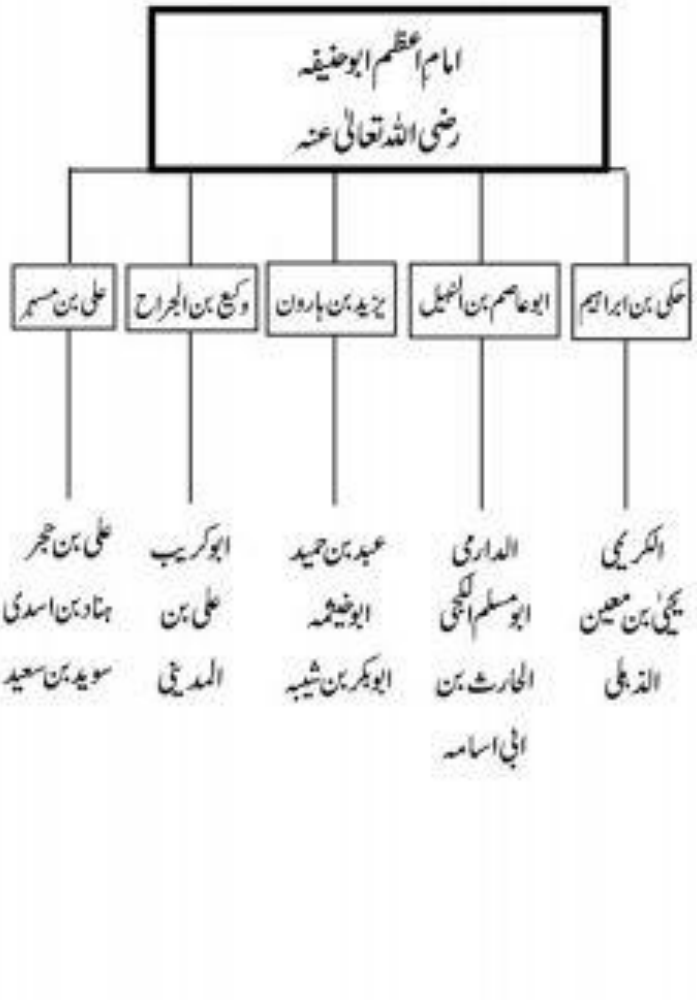
امام اعظم ابو حنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حکی بن ابراہیم
ابو عاصم بن النبیل
یزید بن ہارون
وکیع بن الجراح
علی بن مسہر
الکریمی
یحییٰ بن معین
الذہلی
الدارمی
ابو مسلم الکجی
الحارث بن ابی اسامہ
عبد بن حمید
ابو خیثمہ
ابو بکر بن شیبہ
ابو کریب
علی بن المدینی
علی بن حجر
ہناد بن اسدی
سوید بن سعید

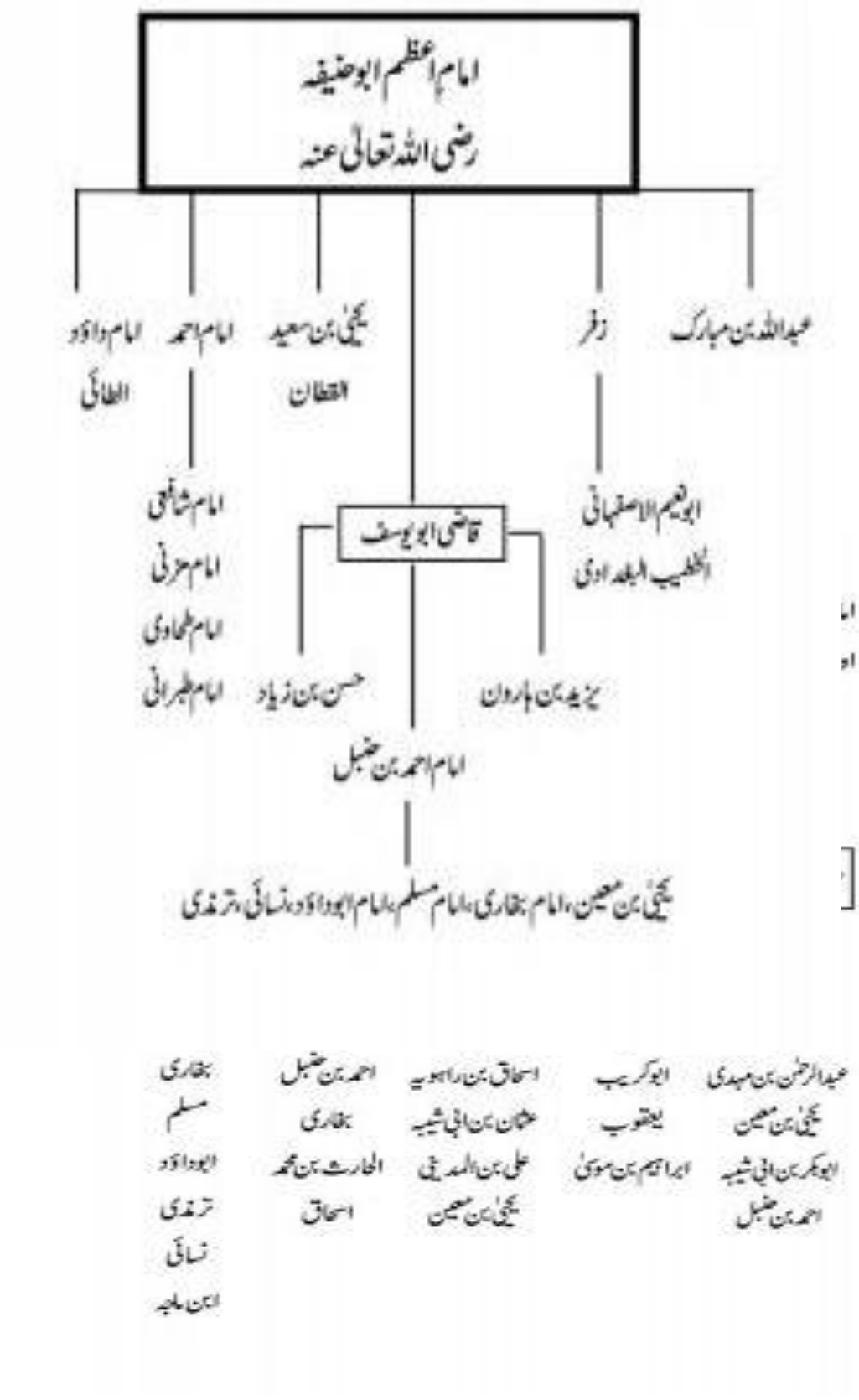
امام اعظم ابوحنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عبداللہ بن مبارک
زفر
یحییٰ بن سعید
القطان
امام احمد
امام داؤد
الطائی
ابونعیم الاصفہانی
الخطیب البغدادی
قاضی ابو یوسف
امام شافعی
امام مزنی
امام طحاوی
امام طبرانی
یزید بن ہارون
حسن بن زیاد
امام احمد بن حنبل
یحییٰ بن معین، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، نسائی، ترمذی
عبدالرحمن بن مہدی
یحییٰ بن معین
ابوبکر بن ابی شیبہ
احمد بن حنبل
ابوکریب
یعقوب
ابراہیم بن موسیٰ
اسحاق بن راہویہ
عثمان بن ابی شیبہ
علی بن المدینی
یحییٰ بن معین
احمد بن حنبل
بخاری
الحارث بن محمد
اسحاق
بخاری
مسلم
ابوداؤد
ترمذی
نسائی
ابن ماجہ

امام اعظم کے اُصول حدیث: امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ واحد اور منفرد بزرگ ہیں جنہوں نے قرآنِ کریم اور احادیث طیبہ میں فرق مراتب کو ملحوظ رکھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں تعارض ہو تو حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حدیث فرد کو (اگرچہ ضعیف بھی ہو) پھر بھی اس کو قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔ (تذکرۃ المحدثین)

ثبوتِ حدیث کے لئے امام ابو حنیفہ کی درجِ ذیل اٹھارہ شرائط ہیں۔

(۱) امامِ اعظم ضبطِ کتاب کے بجائے ضبطِ صدر کے قائل تھے اور صرف اسی راوی سے حدیث لیتے تھے جو اس روایت کا حافظ ہو۔ (مقدمہ ابن الصلاح)

(۲) صحابہ اور فقہاء تابعین کے علاوہ اور کسی شخص کی روایت بالمعنی کو قبول نہیں کرتے تھے۔ (شرح مسند امامِ اعظم)

(۳) معمولاتِ زندگی سے متعلق عام احکام میں امام اعظم ابو حنیفہ یہ ضروری قرار دیتے تھے کہ ان احکام کو ایک سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہو۔ (الخیرات الحسان)

(۴) امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کو ضروری قرار دیتے تھے کہ صحابہ کرام سے روایت کرنے والے ایک یا دو شخص نہ ہوں بلکہ اتقیاء کی ایک جماعت نے صحابہ کرام سے اس حدیث کو روایت کیا ہو۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ)

(۵) جو حدیث عقلِ قطعی کے مخالف ہو یعنی جس سے اسلام کے کسی مسلم اُصول کی مخالفت لازم آتی ہو وہ امامِ اعظم کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔ (مقدمہ تاریخ ابن خلدون)

(۶) جو حدیث خبر واحد ہو اور وہ قرآنِ کریم پر زیادتی یا اس کے عموم کو خاص کرتی ہو امام صاحب کے نزدیک وہ بھی قبول نہیں۔[13] (الخیرات الحسان)

(۷) جو خبر واحد صریح قرآن کے مخالف ہو وہ بھی قبول نہیں ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح)

(۸) جو خبرِ واحد سنتِ مشہورہ کے خلاف ہو وہ بھی قبول نہیں ہے۔ (احکام القرآن)

(۹) اگر راوی کا اپنا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت بھی قبول نہیں ہے کیونکہ یہ مخالفتِ راوی یا تو طنز کا موجب ہو گی یا نسخ کے سبب سے ہو گی۔ (نبراس)

(۱۰) جب ایک مسئلہ میں مبیح اور مرم دو روایت ہوں تو امام اعظم محرم کے مقابلہ میں مبیح کو قبول نہیں کرتے۔[14] (عمدۃ القاری)

(۱۱) ایک ہی واقعہ کے بارے میں اگر راوی کسی امر زائد کی نفی کرے اور دوسرا اثبات، اگر منفی دلیل پر مبنی نہ ہو تو نفی کی رعایت قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ نفی کرنے والا واقعہ کو اصل حال پر محمول کر کے اسے اپنے قیاس سے نفی کر رہا ہے اور اثبات کرنے والے اپنے مشاہدہ سے امر زائد کی خبر دے رہا ہے۔ (حسامی)

(۱۲) اگر حدیث میں چند خاص چیزوں پر اس کے برخلاف حکم ہو تو امامِ اعظم حکمِ عام کے مقابلے میں خاص کو قبول نہیں کرتے۔[15] (عمدۃ القاری شرح بخاری)

---

[13] (الخيرات الحسان في مناقب الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان، الفصل التاسع والثلاثون، في رد ما نقله الخطيب في تاريخه عن القادحين فيه، ص147، دار الارقم بن ابي الارقم بيروت/لبنان، 1996م)

[14] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب من أدرك ركعة من العصر قبل الغروب، 49/5، دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر) بيروت)

[15] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب العشر فيما يسقى من ماء السماء وبالماء الجاري، 75/9، دار إحياء التراث العربي، ودار الفكر) بيروت)

(۱۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صریح قول یا فعل کے خلاف اگر کسی صحابی کا قول یا فعل ہو تو وہ قبول نہیں ہو گا۔ صحابی کے خلاف کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اسے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ (عمدۃ القاری)

(۱۴) خبرِ واحد سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل یا قول ثابت ہو اور صحابہ کی ایک جماعت نے اس سے اختلاف کیا ہو تو آثارِ صحابہ پر عمل کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں یا تو حدیث صحیح نہیں ہے یا منسوخ ہو چکی ہے ورنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح اور صریح فرمان کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام کی جماعت اس کی کبھی مخالفت نہ کرتی۔[16] (الخیرات الحسان)

(۱۵) اگر کوئی حدیث حد یا کفارہ کے بیان میں وارد ہو اور وہ صرف ایک صحابی سے مروی ہو تو قبول نہ ہو گی کیونکہ حد اور کفارات شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں۔[17] (الخیرات الحسان)

(۱۶) جس حدیث میں بعض اسلاف پر طعن کیا گیا ہو وہ قبول نہیں ہے۔[18] (الخیرات الحسان)

(۱۷) ایک واقعہ کے مشاہدہ کے بارے میں متعارض روایات ہوں تو اس شخص کی روایت کو قبول کا جائے گا جو ان میں زیادہ قریب سے مشاہدہ کرنے والا ہو۔ (فتح القدیر)

(۱۸) اگر دو متعارض حدیثیں مروی ہوں کہ ایک میں قلت وسائط سے ترجیح ہو اور دوسری میں کثرت، تو کثرت کو قلبِ وسائط پر ترجیح دی جائے گی۔ (عنایہ)

امام اعظم کا مطمع نظر قرآن وحدیث: امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں اجتہاد کے وقت میں پہلے قرآن سے مدد لیتا ہوں پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تلاش کرتا ہوں اور آخر میں اقوالِ صحابہ سے استفادہ کرتا ہوں اقوالِ صحابہ تک میرا کام اتباع ہے، صحابہ کرام سے آگے میں اتباع کو لازم نہیں سمجھتا۔ یاد رہے کہ فقہ حنفی محض امام ابو حنیفہ کی اکیلی رائے کا نتیجہ نہیں ہے، چالیس علماء کی جماعت شوریٰ کا ترتیب دیا ہوا مجموعہ ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعت شوریٰ کے صدر تھے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ حدیث کا صحیح مفہوم و منشاء سمجھنے والا، اس سے مسائل اخذ کرنے والا میں نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔ بعض مرتبہ امام صاحب سے اختلاف کر بیٹھا ہوں مگر بالآخر احساس ہو جاتا کہ امام صاحب کی نظر مجھ سے زیادہ گہری ہے۔

قاعدۂ حدیث: امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا شمار صحیح حدیثیں بیان کرنے والوں میں سے ہے۔ امام ابو حنیفہ نے صحت کے لئے شرط قرار دے رکھی تھی کہ وہ سننے کے بعد برابر یاد رہنی چاہیے، یاد نہ رہتی تو اسے روایت نہیں کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ دین کے معاملہ میں نہایت قابلِ اعتماد تھے۔

حضرت راشد بن حکیم فرماتے ہیں کہ امام حنیفہ سے اعلیٰ عالم میں نے نہیں دیکھا۔

حضرت جابر بن ربیع کا بیان ہے کہ میں نے پانچ برس امام حنیفہ کی صحبت میں گزارے، ان جیسے خاموش انسان کم ہوں گے لیکن جب بولتے تھے تو علم کا دریا بہا دیتے تھے۔

امام عبد اللہ ابن داؤد فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا امت پر یہ حق ہے کہ نمازوں کے بعد ان کے واسطے دعائیں کی جائیں۔

---

[16] (الخیرات الحسان في مناقب الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان، الفصل التاسع والثلاثون، في رد ما نقله الخطيب في تاريخه عن القادحين فيه، ص147، دار الارقم بن ابي الارقم بيروت/لبنان، 1996م)

[17] (الخیرات الحسان في مناقب الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان (مترجم)، چاليسويں فصل، ص155، مكتبة الحقيقة، استنبول، تركيا، 1442ھ/2021م)

[18] (الخیرات الحسان في مناقب الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان (مترجم)، چاليسويں فصل، ص155، مكتبة الحقيقة، استنبول، تركيا، 1442ھ/2021م)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگرد رشید اور اپنی مجلسِ شوریٰ کے ممتاز رکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہدایت کر رکھی تھی کہ ہر بات فوراً نہ لکھ لیا کرو، دماغ کو سوچنے کا موقعہ دیا کرو۔ ایک ایک مسئلہ تین تین دن زیر بحث رہتا تھا، جب سب متفق ہو جاتے تو اس قلم بند کیا جاتا تھا۔ ارکانِ مجلس شوریٰ کو اجازت تھی کہ خوب جرح و قدح کرو، اندھا دھند میری رائے مت مانو۔

ائمہ حدیث نے کیا فرمایا: یہی وجوہات تھیں کہ آپ کے معاصرین اور بعد کے ائمہ مجتہدین نے آپ کی علمی اور عملی کمالات کی تعریف و تحسین کی۔

خلف بن ایوب: خلف بن ایوب ببانگ دہل کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا اور وہ علم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام تک پہنچایا۔ صحابہ نے تابعین کو، تابعین سے وہ علم امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو ملا۔ حق یہی ہے خواہ اس پر کوئی راضی ہو یا ناراض۔[19]

عبد اللہ بن مبارک: ابن عینیہ، عبد اللہ ابن مبارک سے نقل کرتے ہیں کہ ابو حنیفہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود کے پوتے حضرت قاسم کہا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کی مجلس سے زیادہ فیض رساں اور کوئی مجلس نہیں ہے۔[20] (تاریخ بغداد)

مسعر بن کدام: آپ نے فرمایا مجھے کوفی میں صرف دو آدمیوں پر رشک آتا ہے۔ ابو حنیفہ پر ان کے فقہ کی وجہ سے اور حسن بن صالح پر ان کے زہد و تقویٰ سے۔[21]

امام مالک: امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام مالک سے کسی نے سوال کیا کہ کیا آپ نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا تھا؟ فرمایا ہاں میں نے انہیں ایسا شخص پایا کہ اگر وہ ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہتے تو اپنے علم کے زور پر ایسا کر سکتے تھے۔[22]

امام وکیع: کسی نے حضرت وکیع سے کہا امام ابو حنیفہ نے فلاں مسئلے میں غلطی کھائی ہے۔ حضرت وکیع نے فرمایا ابو حنیفہ سے غلطی ہونی مشکل ہے۔ ان کے پاس امام ابو یوسف جیسے ذہین و فہیم، امام یحییٰ بن ابی زائدہ، امام حفص بن غیاث اور امام حبان و مندل جیسے حفاظِ حدیث اور قاسم بن معن جیسے تاریخ داں اور امام داؤد طائی اور حضرت فضیل بن عیاض جیسے زاہد و متقی جمع ہیں۔[23]

امام ابو داؤد: جن کو مجموعۂ احادیث صحاح ستہ میں شامل ہے۔ جب امام ابو حنیفہ کے عہدۂ قضا قبول نہ کرنے اور اس کی سزا میں کوڑے کھانے کا ذکر کرتے تھے تو رو پڑتے تھے اور ان کے لئے دعائے رحمت مانگتے تھے۔

امام شعبہ: یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے شیخ اور بصرہ کے امام تھے۔ امام ابو حنیفہ کی وفات پر افسوس کیا اور کہا "کوفہ میں اندھیرا ہو گیا۔"

---

[19] (تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، النعمان بن ثابت أبو حنيفة التيمي، 460/15، دار الغرب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ 2002 م)

[20] (تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، النعمان بن ثابت أبو حنيفة التيمي، 462/15، دار الغرب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ 2002 م)

[21] (تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، النعمان بن ثابت أبو حنيفة التيمي، 464/15، دار الغرب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ 2002 م)

[22] (تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، النعمان بن ثابت أبو حنيفة التيمي، 463/15، دار الغرب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ 2002 م)

[23] (تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، النعمان بن ثابت أبو حنيفة التيمي، 465/15، دار الغرب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ 2002 م)

حافظ ذہبی: الامام الحافظ مسعر بن کدام سے جو زمانۂ طالب علمی میں کوفہ کے اندر امام صاحب کے رفیق تھے نقل کرتے ہیں "میں امام اعظم کا رفیقِ مدرسہ تھا، وہ علم وحدیث کے طالبِ علم بنے تو حدیث میں ہم سے آگے نکل گئے۔ یہی حال زہد وتقویٰ میں ہوا اور فقہ کا معاملہ تو تمہارے سامنے ہے۔[24]

(مناقبِ ذہبی، صفحہ ۲۷)

مضبوط چٹان: امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے سربراہ حکومت عباسیہ ابو جعفر منصور کے سامنے برسرِ دربار بتایا ہے، ربیع بن یونس کہتے ہیں کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ امیر المومنین ابو جعفر منصور کے پاس آئے، اس وقت دربار میں امیر کی خدمت میں عیسیٰ بن موسیٰ بھی موجود تھے، عیسیٰ نے امیر المومنین کو مخاطب کرکے کہا کہ اے امیر المومنین " هذا عالم الدنيا اليوم " یہ آج تمام دنیا کے عالم ہیں۔ ابو جعفر منصور نے امام اعظم سے دریافت کیا کہ اے نعمان! تم نے کن لوگوں کا علم حاصل کیا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا امیر المومنین میں نے فاروق اعظم، علی المرتضیٰ، عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا علم حاصل کیا ہے۔ ابو جعفر نے کہا کہ آپ تو علم کی ایک مضبوط چٹان پر کھڑے ہیں۔[25] (تاریخ بغداد، جامع المسانید)

امام لیث: آپ فرماتے ہیں کہ میں امام اعظم کی شہرت سنتا تھا۔ حسنِ اتفاق سے مکہ میں اس طرح ملاقات ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص پر ٹوٹے پڑے جارہے ہیں۔ مجمع میں، میں نے ایک شخص کی زبان سے سنا کہ اے ابو حنیفہ! میں نے جی میں کہا کہ تمنا بر آئی یہی امام حنیفہ ہیں۔

(مناقب ابی حنیفہ للذہبی، صفحہ ۲۲)

امام ابو عاصم: امام ابو جعفر طحاوی نے بکار بن قتیبہ کے حوالے سے امام ابو عاصم کی زبانی نقل کیا ہے کہ "ہم مکہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہتے تھے آپ کے پاس اربابِ فقہ اور اصحاب حدیث کا ہجوم ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیا کوئی ایسا شخص نہیں جو صاحب خانہ کو کہہ کر ہم سے ان لوگوں کو ہٹوائے۔"[26] (مقدمہ اعلاء السنن، صفحہ ۷۶)

یزید بن ہارون: حافظ ابن عبد البر نے مشہور محدث یزید بن ہارون کا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ تاثر نقل کیا ہے کہ "میں نے ہزار محدثین کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا ہے اور ان میں اکثر سے احادیث لکھی ہیں لیکن ان سب میں سے سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ پارسا اور سب سے زیادہ عالم صرف پانچ ہیں، ان میں اولین مقام امام ابو حنیفہ کا ہے۔"[27] (جامع بیان العلم وفضلہ الانتقاء، صفحہ ۱۶۳)

قیاس یا قرآن وحدیث: بعض لوگ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بجائے حدیث پر عمل کرنے، قیاس کا طعنہ دیتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ اس پر بہت قوی دلائل پیش کئے جاسکتے ہیں یہاں صرف ایک واقعہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ابو مطیع فرماتے ہیں کہ میں جامعہ کوفہ میں بروز جمعہ امام صاحب کی خدمت میں تھا کہ سفیان ثوری، مقاتل بن حیان، حماد بن سلمہ اور جعفر صادق وغیرہ فقہاء تشریف لائے اور کہا ہم نے سنا ہے کہ آپ دین میں اپنے قیاس سے کام لیتے ہیں اور ہم آپ کے لئے اس بات سے ڈرتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ کام شیطان نے کیا۔ آپ نے صبح سے دوپہر تک ان کے ساتھ دلائلِ قاہرہ سے مناظرہ کرکے اپنا مذہب پیش کیا اور ثابت کیا کہ میں قرآنِ کریم کو عمل میں

---

[24] (مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه للذهبي، ص43، لجنة إحياء المعارف النعمانية، حيدر آباد الدكن بالهند، الطبعة: الثالثة، 1408 هـ)

[25] (تاريخ بغداد، ذكر من اسمه النعمان، النعمان بن ثابت أبو حنيفة التيمي، 458/15، دار الغرب الإسلامي - بيروت، الطبعة: الأولى، 1422 هـ 2002 م)

[26] (مقدمة اعلاء السنن قواعد في عُلُومِ الحديث، أبو حنيفة إمام ثقة، حافظ للحديث مكثر منه، وثناء المحدثين عليه، 108/13، دار الكتب العلمية، 2017 م)

[27] (الموسوعة الميسرة في تراجم أئمة التفسير والإقراء والنحو واللغة، 3668 - أبو حنيفة النعمان، مجلة الحكمة، مانشستر - بريطانيا، 2776/3، الطبعة: الأولى، 1424 هـ 2003 م)

سب سے مقدم کرتا ہوں۔ تب سب نے کھڑے ہو کر آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا "انت سید العلماء" (آپ علماء کے سردار ہیں) ہماری غلطی معاف فرمائیں جو آپ کے حق میں بغیر علم کے ہم سے ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: "غفر اللّٰہ لنا و لکم اجمعین"۔[28]

اسی طرح امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی ایسا واقعہ پیش آیا۔ آپ نے فرمایا تم قیاس کی بناء پر ہمارے دادا کی حدیثوں سے انکار کرتے ہو۔ آپ نے نہایت ادب سے کہا "عیاذ باللّٰہ" حدیث کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا مرد ضعیف ہے یا عورت۔ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا عورت۔ آپ نے فرمایا وارثت میں مرد کا زیادہ حصہ ہے یا عورت کا؟ تو امام باقر نے فرمایا مرد کا امام صاحب نے فرمایا اگر میں قیاس لگاتا تو کہتا عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے کیونکہ ضعیف کو ظاہر قیاس کی بناء پر زیادہ حصہ ملنا چاہیے۔ پھر پوچھا نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام باقر نے فرمایا نماز۔ امام صاحب نے فرمایا اعتبار قیاس حائضہ عورت پر نماز کی قضا واجب ہونی چاہیے نہ کہ روزہ کی حالانکہ میں روزہ ہی کی قضا کا فتویٰ دیتا ہوں۔ اس پر امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر خوش ہوتے کہ اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی۔[29] (سیرۃ نعمان بحوالہ عقود الجمان)

ازالۂ وھم: سترہ حدیث والی روایت مردود اور شاذ ہے جس کو نواب صدیق حسن نے ابجد العلوم بحوالہ مقدمہ ابن خلدون میں روایت کیا ہے[30] یا سہو کاتب ہے اور یہی پچھلا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اتنا بڑا امام بلکہ امام الائمہ المحدثین کے لئے سترہ حدیثوں کا جاننا مضحکہ خیز ہے جبکہ ان کے ادنیٰ سے ادنی تلامذہ سینکڑوں روایت کے حافظ ہو گزرے ہیں اور جہاں تک فقیر اویسی کے مطالعہ کا تعلق ہے یہ روایات سوائے ابن خلدون کے اور کسی سے نہیں ملتی۔ حالانکہ اس مؤرخ سے بہت بڑے مورخین سابقین اور لاحقین سب نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہزاروں احادیث کا حافظ لکھا اور مانا ہے اگر ابن خلدون نے لکھ بھی دیا تو کسی ایک مؤرخ کی غلطی حقیقت نہیں بن جاتی اور ایسے مؤرخین سے ہزاروں غلطیاں ہوتی رہتی ہیں اور ابن خلدون تو ویسے بھی بچند وجوہ مذہباً مخدوش بھی ہے۔

نافرجام کا انجام برباد: سید ابو بکر غزنوی نے اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ایک کتاب مضمون بہ "داؤد غزنوی" تحریر کی جس میں یہ عبرناک واقعہ سپرد قلم کیا۔

مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ نے ایک بار مولانا عبد الجبار غزنوی کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا وہ واقعہ یوں تھا کہ امرتسر میں ایک محلہ تیلیاں تھا جس میں اہلحدیث (وہابی) حضرات کی اکثریت تھی۔ اس محلہ کی مسجد اسی نسبت سے مسجد تیلیاں والی کہلاتی تھی وہاں عبد العلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبد الجبار غزنوی سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار مولوی عبد العزیز نے کہا اے ابو حنیفہ سے تو میں اچھا اور بڑا ہوں کہ ان کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ اس بات کی اطلاع مولانا عبد الجبار غزنوی کو پہنچی وہ بزرگوں کا بہت ادب و احترام کرتے تھے، انہوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا انہوں نے حکم دیا کہ اس نالائق عبد العلی کو مدرسہ سے نکال دو۔ وہ طالب علم جب مدرسہ سے نکالا گیا تو مولانا عبد الجبار غزنوی نے فرمایا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہو جائے گا۔ مفتی محمد حسن راوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کر کے مسجد سے نکال دیا۔ اس واقعہ کے بعد کسی نے مولانا عبد الجبار غزنوی سے معلوم کیا کہ حضرت

---

[28] (مقدمة اعلاء السنن قواعد في عُلُومِ الحديث، أبو حنيفة و أصحابه المحدثون، 59/21، دار الكتب العلمية، 2017م)

[29] (سیرۃ نعمان از شبلی نعمانی، امام باقر کی شاگردی، 1/27، رنگین پریس، دہلی)

[30] (أبجد العلوم، القسم الثاني: السحاب المركوم الممطر بأنواع الفنون وأصناف العلوم، باب الحاء المهملة، ص369، دار ابن حزم، الطبعة: الطبعة الأولى 1423هـ 2002م)

آپ کو کیسے علم ہو گیا تھا کہ یہ عنقریب کافر ہو جائے گا۔ فرمانے لگے کہ جس وقت اس کی گستاخی کی اطلاع ملی اس وقت بخاری شریف کی یہ حدیث سامنے آگئی "جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں" میری نظر میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ولی اللہ تھے۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کو اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں اس لئے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا ہے؟؟؟[31] (مولانا داؤد غزنوی، مصنف سید ابو بکر غزنوی، صفحہ ۱۹۱، ۱۹۲)

سبق: اس واقعہ کو بار بار غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ اس میں بصائر و عبرت کا کسی قدر سامان ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں جنہوں نے صحابہ کرام اور آئمہ مجتہدین اور اولیاء کرام پر عموماً اور امام الائمہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خصوصاً طعن و تشنیع اور ان کی جرح و تنقیص کو اپنی زندگی کا مشن بنا رکھا ہے۔ تقریروں، تحریروں اور خطبوں میں ان کو مطعون اور مجروح کرنے کو دین کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو چشمِ بصیرت عطا فرمائے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ان کو انصاف و اعتدال کی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

وصال: شبلی نعمانی اپنی تصنیف "امامِ اعظم" میں لکھتا ہے کہ ۱۳۶ھ کو ابو العباس سفاح کے بعد اس کا بھائی منصور تخت نشین ہوا۔ منصور نے اپنے عہد حکومت میں امام صاحب کو قید کیا۔ قید کرنے کے باوجود مطمئن نہ تھا۔ بغداد دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے علوم و فنون کا مرکز بن گیا تھا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت دور دور تک پہنچ چکی تھی۔ قید کی حالت نے ان کے اثر اور قبولِ عام بجائے کم کرنے کے اور زیادہ کر دیا تھا۔ قید خانہ میں بھی آپ کے سلسلہ تعلیم برابر قائم رہا۔ امام محمد نے جو فقہ حنفی کے دست و بازو ہیں، قید خانے ہی میں ان سے تعلیم پائی۔ ان وجوہ سے منصور کو امام صاحب کی طرف سے جو اندیشہ تھا وہ قید کی حالت میں بھی باقی رہا جس کی آخری تدبیر یہ تھی کہ بے خبری میں ان کو زہر دلوایا۔ جب ان کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو سجدہ کیا اور اسی حالت میں اگست، یکشنبہ ماہ رجب ۱۵۰ھ بمطابق ۷۶۷ء میں وصال پایا۔ جہاں پر آپ نے انتقال فرمایا وہاں آپ نے سات ہزار قرآن کریم کے ختم کئے تھے۔[32]

(حوالہ حیاۃ الحیوان)

نماز جنازہ: آپ کی نمازِ جنازہ پچاس ہزار آدمیوں نے چھ بار پڑھی۔ آخری نماز آپ کے صاحبزادے حضرت حماد نے پڑھائی۔ "تحفۃ الابرار" میں بحوالہ "تاریخ اولیاء خزینۃ الاصفیاء" وغیرہ میں لکھا ہے کہ آپ کے جنازے کی نماز میں آٹھ لاکھ آدمی تھے اور ساٹھ ہزار عورتیں اور ایک روایت میں دو کروڑ آئے ہیں۔ اس روز بیس ہزار یہود و نصاریٰ و مجوسی مسلمان ہوئے۔ آپ کا روضہ مبارک بغداد قدیم میں حاجت بر آری کے لئے تریاق کا کام دیتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قضائے حاجات کے لئے بسا اوقات روضہ پر تشریف لے جاتے اور بپاسِ ادب صبح کی نماز میں اپنے مسلک کے مطابق دعائے قنوت نہ پڑھتے اور نہ بسم اللہ جہر سے کہتے۔ ابو سعید شاہ سلجوقی نے چار سو انسٹھ (۴۵۹ھ) میں آپ کی قبر پر ایک گنبد کلاں بنوا کر اس کے پاس ایک بڑا مدرسہ حنفیوں کے لئے تعمیر فرمایا۔ آپ کی اولاد میں آپ کے بیٹے حضرت حماد تھے جن کے الحمد مکمل ہونے پر امام موصوف نے معلم کو پانچ سو درہم نذر کئے۔

رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں میں: "تذکرۃ الاولیاء" میں مذکور ہے کہ جب آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارک پر آئے اور کہا

---

31) (مولانا داؤد غزنوی از سید ابو بکر غزنوی، ص 191 تا 192، مکتبہ غزنویہ، شیش محل روڈ، لاہور)

32) (سیرۃ النعمان از شبلی نعمانی، وفات ۱۵۰ھ، ص ۴۸، اسلامی کتب خانہ، لاہور، پاکستان)

(حیاۃ الحیوان الکبری، باب الباء الموحدۃ البغل، 213/1، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ: الثانیۃ، 1424 ھ)

"السلام علیک یا سید المرسلین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم" جواب ملا "علیك السلام یا إمام المسلمین"[33]

امام اعظم کا جھنڈا قیامت میں حضور داتا گنج بخش حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "کشف المحجوب" میں لکھتے ہیں" حضرت یحییٰ بن معاذرازی کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا حضور میں آپ کو کہاں تلاش کروں فرمایا: "عند علم ابی حنیفه"[34] (علم ابی حنیفہ کے نزدیک) (کذا فی روح البیان)

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۲۳ شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ

[33] تذكرة الأولياء ترجمة اثنين وتسعين ولياً من أولياء الله الصالحين، ذكر الإمام الأعظم أبي حنيفة روح الله روحه، 228، دار الكتب العلمية، بيروت

[34] تفسير روح البيان، سورة التوبة، الاية 123و124، 645/3، دار الفكر، بيروت